



## سوال

طلاق کی قسم کھانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بلال کا عابد کے ساتھ جھگڑا ہو گیا، بلال نے اپنے بیوی سے کہا کہ اگر تم عابد کے گھر گئی تو میں تم کو طلاق دے دوں گا، اب مسئلہ یہ ہے کہ بلال یقین کی حد تک یا یقین سے کہتا ہے کہ اس نے قسم نہیں کھائی ہے اور اس کے الفاظ یہی تھے کہ اگر اس کی بیوی عابد کے گھر گئی تو وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے گا۔ جب کہ جو لوگ موجود تھے وہ بھی شک میں ہیں کہ اصل الفاظ کیا تھے۔ جس کی وجہ سے بلال کو بھی شک پڑ جاتا ہے۔ کیا اس حالت میں بلال کا یقین صحیح ہے یا شرط پوری ہونے پر طلاق واقع ہوگی؟ برائے مہربانی قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیں۔ جزاکم اللہ خیرا

## جواب

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

پہلی بات تو یہ ہے کہ: مسلمان کے لیے مشروع تو یہ ہے کہ وہ اپنے گھریلو جھگڑوں میں طلاق کے استعمال سے اجتناب کرے، اس لیے کہ طلاق کا انجام صحیح نہیں ہوتا، بہت سے لوگ طلاق کے معاملہ میں سستی اور تساہل کا مظاہرہ کرتے ہیں جب بھی ان کے مابین کوئی گھریلو جھگڑا ہو فوراً طلاق کی قسم اٹھا لیتے ہیں، اور جب بھی دوست و احباب کے مابین جھگڑا ہو طلاق کی قسم اٹھا لی۔۔۔ اور اسی طرح یہ تو اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ایک قسم کا کھیل ہے، دیکھیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دینے والے شخص کو کتاب اللہ کے ساتھ کھیلنے والا قرار دیں تو پھر اس شخص کو کیا کہیں گے جو طلاق کو اپنی عادت ہی بنا لے؟ اور جب بھی اپنی بیوی کو کسی چیز سے منع کرنا چاہا یا پھر کسی کام کرنے کو کنا چاہا طلاق کی قسم اٹھا لی؟ امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے محمود بن لبید سے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے شخص کے بارہ میں بتایا گیا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دے دی تھیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم غصہ سے اٹھے اور فرمانے لگے اَلْعَبْتُ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاَنَا بَيْنَ اَظْهُرُكُمْ حَتَّى تَأْمُرَ رَجُلٌ وَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَلَا اَقْتُلُهُ، قال الحافظ: رجالہ ثقات ابو صحیحہ الالبانی فی غایۃ المرام (261) میرے ہوتے ہوئے بھی کتاب اللہ سے کھیلا جا رہا ہے حتیٰ کہ ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اسے قتل نہ کر دوں۔ سنن نسائی حدیث نمبر (3401) حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اس کے رجال ثقہ ہیں، اور علامہ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے غایۃ المرام (261) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ہؤلاء السفهاء الذین یطلقون ألسنتهم بالطلاق فی کل بین وعظیم، هؤلاء مخالفون لما أرشد إلیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قوله: (مَنْ كَانَ عَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْ لِيَضْمَنْ) رواہ البخاری (2679). فإذا أَرَادَ الْمُؤْمِنُ أَنْ يَحْلِفَ فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَلَا يَنْبَغِيْ أَيْضًا أَنْ يَحْلِفَ قَوْلَهُ تَعَالَى: (وَأَحْضُوا أَيْمَانَكُمْ) المائدة/89. ومن محلّۃ ما فسر ت بہ الآیۃ آن المعنی: لا تکثروا الحلف باللہ۔ یہ بیوقوف لوگ جو اپنی زبانوں پر ہر چھوٹے اور بڑے معاملے میں طلاق طلاق کرتے پھرتے ہیں یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی راہنمائی کے بھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بھی مخالف ہیں: جو شخص بھی قسم اٹھانا چاہے وہ اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائے وگرنہ خاموش ہی رہے۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر (2679) تو مومن جب بھی قسم کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائے، اور اس کے لیے یہ بھی لائق نہیں کہ وہ کثرت سے قسمیں ہی اٹھاتا رہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو“ (المائدہ: 89) اس آیت کی جو تفسیر کی گئی ہے وہ بالکل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کثرت سے نہ اٹھایا کرو۔ اور یہاں یہ مسئلہ کہ طلاق کی قسم اٹھائی جائے مثلاً یہ کہا جائے: اگر تم یہ کرو تو طلاق، اگر یہ نہ کرو تو طلاق، یا پھر یہ کہے: اگر میں ایسا کروں تو میری بیوی کو طلاق، اگر ایسا نہ کروں تو میری بیوی کو طلاق، اور اس طرح کے دوسرے کلمات، تو یہ سب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدایت و راہنمائی اور سنت کے خلاف ہے۔ (دیکھیں فتاویٰ المرأة المسلمة: 753/2) دوسری بات: رہا مسئلہ کہ اس سے طلاق واقع ہوتی ہے کہ نہیں؟ تو اس میں غاوند کی نیت کا دخل ہے اگر اس نے طلاق کی نیت کی اور بیوی کو قسم دی کہ وہ ایسا کام نہ کرے تو بیوی کے وہ کام کرنے سے طلاق واقع ہو جائے گی، اور اگر وہ اس میں طلاق کی نیت نہیں کرتا بلکہ صرف اس نے تو منع کرنے کی نیت کی تھی تو اس کا حکم قسم کا ہوگا۔ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: الرجح أن الطلاق إذا استعمل



استعمال اليمين بأن كان القصد منه الحث على الشيء أو المنع منه أو التصديق أو التكذيب أو التوكيد فإن حكم اليمين لقول الله تعالى: (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تَحْزِمُ مَا أَعْلَىٰ اللَّهُكَ تَبْتَغِي مَرْضَاةَ أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (1) قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِيَّةَ أَيُّهَا نَحْمُ) التحريم 1-2. فجعل الله تعالى التحريم مبيناً. ولقول النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَىٰ) البخاري (1)، وبذلك لم ينوِ الطلاق وإنما نوى اليمين أو نوى معنى اليمين فإذا حنث فإنه يجزئه كفارة يمين، هذا هو القول الرابع (فتاوى المرأة المسلمة: 2/754) راجع إليه سبب طلاق كقسم کی جگہ پر استعمال کیا جائے، یعنی اس کا مقصد یہ ہو کہ کسی کام کے کرنے پر ابھارا جائے یا پھر کسی کام سے منع کرنا، یا کسی کی تصدیق یا تکذیب کا تاکید مقصود ہو تو اس کا حکم بھی قسم جیسا ہی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام کیوں کرتے ہو تم اپنی بیویوں کی رضامندی چاہتے ہو، اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہاں پر تحريم کو قسم قرار دیا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی فرمان ہے: ”اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے، اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے“ اور یہ قسم اٹھانے والا طلاق کی نیت تو نہیں کر رہا بلکہ اس نے قسم کی نیت کی یا پھر قسم کا معنی مراد لیا ہو تو اگر وہ قسم کو توڑے اس کے لیے قسم کا کفارہ ادا کرنا ہی کافی ہے، اس میں راجح قول یہی ہے۔ بحیث دامتہ (مستقل فتویٰ کمیٹی) سے مندرجہ ذیل سوال کیا گیا: جو شخص اپنی بیوی کو یہ کہے: میرے ساتھ اٹھو ورنہ طلاق، اور وہ اس کے ساتھ نہ لٹھے، تو کیا اس سے طلاق واقع ہو جائے گی؟ بحسنہ کا جواب تھا: إذا كنت لم تقصد إيقاع الطلاق وإنما أردت حثاً على الذهاب معك فإنه لا يقع به طلاق ويلزمك كفارة يمين في أصح قول العلماء، وإن كنت أردت به إيقاع الطلاق إذا ہی لم تستجب لك وقع به عليها طلاق واحدة إجماعاً (20/86). اگر آپ نے اس سے طلاق مقصود نہیں لیا بلکہ اپنے ساتھ جانے کے لیے ابھارا ہے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی، علماء کے صحیح قول کے مطابق آپ کو اس پر کفارہ ادا کرنا ضروری ہے۔ اور اگر آپ نے اس سے طلاق مراد لی ہے اور اس نے آپ کی بات نہیں مانی تو اس پر ایک طلاق واقع ہو گئی ہے۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتویٰ کمیٹی

محدث فتویٰ